کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں ناخدا جس کا نہ ہو اُس کا خدا ہوتا ہے


ہفت روزہ

# نورجہاں

کراچی

| | | |
|---|---|---|
| جلد نمبر ۲۶ | عید الضحیٰ ایڈیشن سنہ ۱۹۷۲ء | شمارہ نمبر ۵۱، ۵۲ |

بے لاگ تنقید و تبصرہ — نقاد نوبہار

فلمساز، مولانا سپی - ہدایتکار، قمر زیدی - موسیقار، لال محمد اقبال - نغمہ نگار، سرور بارہ بنکوی اور ابن صفی۔ عکاس، مدن شفیق مرزا، محبوب علی - تدوین ظہیر مہدی - صدا بندی نغمات، ہاشم قریشی - صدا بندی مکالمے، مشکور رضا [illegible]

مجرم خواہ کتنے ہی ذہین کیوں نہ ہوں، اگر جرائم کی تفتیش کرنے والے وطن کی محبت کے نشہ سے سرشار ہوں تو جلد یا بدیر بے نقاب ضرور ہو جاتے ہیں، ابن صفی سری ادب کے نئے اسلوب کے بانی ہیں، انہوں نے دھماکہ کے لئے اپنے چند کرداروں کی ایک ہم گیر اسکرپٹ کی شکل دی ہے - جسے ہم اختصار کے ساتھ یوں بیان کر سکتے ہیں

## کہانی

دشمن ملک کا ایک بلیک میلر ملکی دفاع کے چند اہم راز حاصل کرنے کے لئے آتا ہے - اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ شہر کے معززین کے خاندانی راز حاصل کرنے کے بعد انہیں اپنے لئے کام کرنے پر مجبور کرتا ہے - پس پردہ رہ کر کام کرنے والا یہ شخص [illegible] کی حیثیت سے بھی ایسے لوگوں کو استعمال کرتا ہے - جن کے راز اس کے پاس ہیں - کچھ لوگ جان کے خوف سے اس کے آلہ کار بننے پر مجبور ہیں، اور کچھ اس لئے کام کرتے ہیں کہ ان کے مقابل کوئی نہیں ہے - ورنہ شاید ایسے لوگ وطن کے نام پر قربان ہو جانے ہی کو ترجیح دیتے - بہرحال کہانی کے آغاز ہی میں اس ذہین مجرم سے ایک غلطی سرزد ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں سیٹھ صمدانی کا بھتیجا راشد ہلاک ہو جاتا ہے - راشد کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ وہ ایک بار بلیک میلر کی مرضی سے ریتا نامی لڑکی کے پاس کوئی پیغام لے کر گیا تھا - لیکن بعد میں اپنی مرضی سے اس سے ملنے لگا - وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا - اور اسی ملاقات کے دوران وہ ظفر الملک (رجا دید اقبال) کی نگاہوں میں آگیا تھا - ریتا اور راشد کو ہلاک

آئی لینس کے ساتھ نینی کا
کلوز اپ بہت ہی خوفناک
ہے. تدوین نے پورے ٹیم
ورک کو تہہ تیغ کر دیا ہے

بدلے ہوئے موضوع کے
ساتھ ایک سنسنی خیز فلم جسے
ذہن کا ذائقہ بدلنے کے لئے
دیکھا جا سکتا ہے

کرنے کے لئے ایک بلی استعمال کی گئی تھی جس کے جسم میں ٹائم بم پوشیدہ تھا۔ یہ خبر اخبار کے ذریعے جمیل (ذریان جیلانی) کو ملی تو وہ اضطرابی کیفیت میں ایک پروفیسر کے پاس پہنچا۔ کیونکہ وہ خود بھی پروفیسر کے ذریعہ بلیک میلر کی ہدایات پر اس کے لئے کام کر رہا تھا۔ لیکن پروفیسر نے اس کو اپنی مجبوریوں کی داستان سنا کر خاموش کر دیا۔ اور ایک نیا کام سپرد کر دیا بلیک میلر کی ہدایت کے مطابق جمیل کو صبیحہ (شبنم) کی قربت اور دوستی حاصل کرنی تھی جس کے لئے جمیل نے فلمی طریقہ استعمال کیا۔ صبیحہ کو صبح کے وقت ہوا خوری اور چہل قدمی کی عادت تھی جمیل نے کرائے کے غنڈوں کو صبیحہ کے فرضی اغوا کا فرض ادا کرنے کا کردار سونپا ظاہر ہے کہ فرضی اغوا کے دوران غنڈوں کی مرمت کے بعد۔ جمیل کے لئے صبیحہ کا قرب اور دوستی حاصل کرنا کچھ دشوار نہ تھا۔ لیکن ظفر الملک کو اس سازش کی خبر عین موقع پر مل گئی۔ اور اس نے جمیل کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد بلیک میلر کی جانب سے جمیل کو محتاط رہنے کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔ صبیحہ دراصل وزارت خارجہ کے ڈپٹی سکریٹری سلمان صاحب کی لڑکی تھی، جو آہستہ آہستہ ظفر الملک سے محبت کرنے لگی اس کی دوستی بیگم سمدانی (نیلی) سے تھی سیٹھ سمدانی نے یہ شادی چونکہ بڑھاپے میں کی تھی۔ لہذا اب پروفیسر کے ذریعہ جمیل کو ایک تصویر بیگم سمدانی تک پہنچانے کی ہدایت کی گئی۔ اس تصویر میں بیگم سمدانی اپنے بھتیجے راشد کی آغوش میں تھیں۔ ظاہر ہے کہ سمدانی کی وفات کے بعد ان کا بھتیجا ہی تمام جائداد کا وارث ہوتا۔ لہذا بیگم راشد کو اسی تصویر کے ذریعہ بلیک میل کیا جا رہا تھا اور جب اس کے انتقال کے بعد ایک ہیرو ہاتھ سے جاتا رہا۔ بیگم سمدانی پر نظر پڑی۔ جمیل کی دی ہوئی تصویر دیکھ کر پہلے تو بیگم سمدانی چراغ پا ہوتی۔

لیکن جب جمیل نے انہیں تصویر کے تاریک رخ اور نقاب پوش کے بارے میں اس کے لئے کام کرنے والوں کی مجبوریاں جتائیں تو وہ بھی اپنے خاندان کو ذلت اور رسوائی سے بچانے کے لئے کام پر آمادہ ہو گئیں۔ ادھر ظفر الملک اور صبیحہ کے تعلقات بڑھے تو بلیک میلر کو کو تشویش ہوئی اور اس نے لوسی کو اس کے سر پر مسلط کر دیا۔ لوسی ظفر کے قریب آئی تو ظفر نے یہ جاننے کے لئے کہ وہ کیوں آئی ہے ایک چال چلی اور تصویروں کا ایک البم اسے دکھایا لوسی اس قدر جلد کامیابی پر بڑی شاداں تھی۔ دوسرے دن ظفر اور اس کے ساتھی جمیبن (مولانا سی) نے ایک منصوبہ مرتب کیا، لوسی ان کے نرغے میں گھر تک آگئی دونوں نے شرابیوں کے کردار ادا کئے اور لوسی کو آزاد چھوڑ دیا۔ ان کے چکر میں آگئی اور ایک تصویر اڑالی ظفر اس نتیجہ پر پہنچا کہ لوسی بلیک میلر ہی کے گروہ کے لئے کام کر رہی ہے۔ ادھر ظفر پہلے ہی جمیل کے ذریعہ اصل حقائق جان چکا تھا۔ لہذا ایک دن اس کی ملاقات ایک ایسے انجینئر سے ہوئی جسے بلیک میلر نے دفاعی تعمیرات کے چند نقشوں کی فراہمی کے لئے مجبور کیا تھا۔ یہ انجینئر قدرت اللہ (لہری) تھے۔ ظفر کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ قدرت اللہ نے دو دن کی مہلت مانگی ہے لہذا اس نے سوچا کہ مطلوبہ بلیک میلر قدرت اللہ سے نقشے حاصل کرنے خود آئے گا۔ اور اسی سوچ نے اسے قدرت اللہ کے کمرہ میں ڈکٹافون لگانے پر مجبور کر دیا قدرت اللہ دراصل صبیحہ کے منگیتر تھے، اور اب صبیحہ ان سے شادی کے حق میں نہیں تھی۔ لہذا اس نے قدرت اللہ کو راستے سے ہٹانے کے لئے، ظفر کے ساتھ محبت کے چند سین پلے کر ڈالے، مگر قدرت اللہ بڑے ڈھیٹ قسم کے انسان تھے، وہ آسانی سے منگیتر کے عہدہ سے مستعفی ہونے پر تیار نہ ہوئے، اور جب بلیک میلر ان سے نقشے لینے کے لئے آیا۔ تو انہوں نے ظفر کو [illegible]

بابریڈ لوا سپاٹ میں ناکام ہوگئے ۔ شبنم اسی

کی ذمہ دار ہیں ۔ وہ صرف ظفر اللہ کی

بیٹی کے کامیاب ہیں ۔ مولانا ہپی کیمرے ایک

نہیں ہیں نئے اداکار انوار کا مستقبل شاندار

قربان جیلانی نے ثابت کر دیا کہ وہ جیمسن دا

درار سکتے تھے ۔ رحمٰن نے مزا خراب کر دیا

مکالمے بڑے شستہ، اور اعلیٰ ادبی معیار کے ہیں

لعل محمد اقبال نے مغربی ماحول اور مغربی

کرداروں کے منہ میں علاقائی رنگینی ٹھونس دی ہیں

سے ہٹانے کی شرط پیش کر دی۔ نقاب پوش بلیک میلر قدرت اللہ کو مزید بلیک میل کرنے کے بعد جمیسن اور ظفر الملک دونوں کو جل دے کر نکل گیا۔ لیکن اب فرار کا راستہ بھی ان دونوں کی نظروں میں آ چکا تھا۔ لہٰذا جب وقت مقررہ پر نقاب پوش قدرت اللہ کے پاس پہنچا تو ڈرامہ ختم ہونے کے قریب تھا۔ ظفر الملک اور جمیسن نے ان کو گرفتار کرنے کے لئے گھیر لیا۔ لیکن نقاب پوش نے دھوئیں کا بم استعمال کیا۔ اور بار پھر راہ فرار اختیار کی۔ دونوں نے تعاقب کیا۔ جمیسن اور ظفر الملک کار میں تھے۔ اور نقاب پوش موٹر سائیکل پر ایک خطرناک تعاقب کے بعد یہ دوڑ بھاگ پروفیسر سجاد کی کوٹھی پر ختم ہوئی۔ دروازہ اندر سے بند تھا ظفر الملک اور جمیسن نے دستک دی تو دروازہ کھل گیا۔ پروفیسر مونگ۔ چیر پر ان کے سامنے موجود تھے اور نقاب پوش غائب تھا۔ اب ظفر الملک کے دماغ میں ایک بات نے جنم لیا۔ اگر پروفیسر کے بیان کو سچ مان لیا جائے۔ اس نے سوچا تو دروازہ کھلا ہونا چاہیے تھا کیونکہ پروفیسر کا بیان یہ تھا۔ کہ نقاب پوش صدر دروازے سے آیا تھا۔ اور دوسرے یعنی عقبی دروازے سے نکل گیا تھا۔ اس نے ذہن پر ذرا سا زور دیا تو بات سمجھ میں آگئی۔ کیا دروازہ خود بخود تالا لگ گیا ہے یا پروفیسر نے بند کیا ہے۔ لیکن وہ اس نکتہ پر زیادہ زور نہ دے سکا۔ بہت ممکن ہے کہ نقاب پوش ہی نے یہ دروازہ بند کیا ہو اور وہ خود بھی یہیں موجود ہو۔ اور پروفیسر نے جان کے خوف سے یا رسوائی سے بچنے کے لئے یہ بات دانستہ اس سے چھپائی ہو۔ لہٰذا اس نے خانہ تلاشی پر زور دیا۔ لیکن وہ جیسے ہی بند دروازے کی جانب مڑا۔ بوڑھے پروفیسر نے اس پر حملہ کر دیا۔ خود جمیسن بھی ٹھیک اسی لمحے

مونگ چیر پر پروفیسر کی سیٹ کے نیچے دبی ہوئی نقاب کو دیکھ چکا تھا۔ لیکن اچانک لگنے والی ضرب نے تارے نا چ گئے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ اب اصل مقابلہ پروفیسر اور ظفر الملک کے درمیان تھا۔ دونوں بڑے خوفناک انداز میں ٹکرائے مقابلہ دیر تک جاری رہا اور آخر کار پروفیسر ظفر کی گردن پر اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بہت ممکن تھا کہ وہ ظفر کا گلا دبانے میں بھی کامیاب ہو جاتا کہ جمیسن کو ہوش آگیا۔ اور اس نے گیس زہریلی گیس خارج کرنے والی ڈبیہ کے ذریعہ پروفیسر کو بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد میک اپ اتارا گیا۔ تو یہ دیکھ کر سب کو حیرت ہوئی کہ نقاب پوش کوئی اور نہیں۔ شہر کے مشہور کلب کا مالک خادر رجمال (رحمن) تھا۔ اس کے بعد بیگم صمدانی کو وہ تصویریں اور نگیٹو واپس کر دیا گیا جس کے ذریعہ وہ بلیک میل کی جا رہی تھیں

## تجزیہ اور خامیاں

فلم کے اسکرپٹ میں کوئی خامی اس لئے نہیں ہے کہ اس کے مصنف بہر حال ابن صفی ہیں۔ جنہوں نے اپنے ہی ایک ناول کو دھاکہ کے لئے منتخب کیا ہے البتہ چند تکنیکی خامیاں اور خوبیاں ضرور ہیں جنہیں ضمنی عنوانات کے ساتھ الگ الگ بیان کیا جا سکتا ہے۔

## منظر نامہ مکالمے

رنگین فلم دھاکہ پہیلیے ہوتے اور متنوع قسم کے کرداروں کی کہانی ہے۔ لیکن اس کے لئے جو منظر نامہ لکھا گیا ہے۔ وہ کہانی کے ساتھ اس طرح مربوط ہے کہ شروع سے آخر تک تسلسل برقرار رہتا ہے۔ اور فلم بین آہستہ آہستہ سنسنی خیز کیفیتوں میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ یہی حال فلم کے مکالموں کا ہے وہ نہ تو تفصیلی

اور نہ ہی اتنے بے کیف کہ ناظر ملنے کو جی چاہے۔ اس کے برعکس وہ اس قدر رواں، شستہ اور برمحل ہیں کہ بلا تامل ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلم کے مکالمے عام فلمی انداز سے کہیں بلند تر اور ادبی محاکات کے حامل ہیں۔ اور انہیں لکھتے وقت کرداروں کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

## موسیقی اور نغمات

پس منظر موسیقی قدرے بہتر کہی جا سکتی ہے

لیکن نغمات کے لئے جو دھنیں مرتب کی گئی ہیں۔ ان کا فلم کے ماحول سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ مغرب ماحول اور مغربی کرداروں کے منہ میں فوک ٹیونز (علاقائی دھنیں) کیوں ٹھونس گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ "میں تو گنے کے کاٹ دوں گی" اور اسی نوعیت کی دوسری دھنیں۔ ریڈیو پر سننے والوں کو پسند آئیں۔ لیکن یہ فلم میں قطعی اچھی نہیں لگتیں۔ اسی طرح راگ رشید رولا میں مرتب کی ہوئی دھنیں فلم میں اچھی تو لگتی ہیں۔ لیکن یہ ریڈیو پر مقبولیت حاصل

سکیں گی۔ اسی منطق استدلال کی رو سے ہم فلم موسیقی کو ناکام قرار دیتے ہیں۔ البتہ فلم کے نغمات اچھے ہیں۔ حبیب ولی محمد کی گائی ہوئی غزل موسیقی کے آہنگ اور بولوں — دونوں کے اعتبار سے دلکش ہے

## صدابندی اور رقص

ری ریکارڈنگ اور مکالموں کی

صدابندی دونوں نقائص سے پر ہیں۔ ڈبنگ جہاں بھی کی گئی ہے اس کو سنک میں لانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ فلم کے میوزک کی طرح مکالموں کے ٹمپو پر بھی توجہ دینے کی ضرورت تھی، بہترین مکالمے بھی اس سہو کی نذر ہوئے ہیں۔ خاص طور پر لوسی کے مکالموں کی ڈبنگ بہت زیادہ ناقص ہے۔ تمام رقص بے جا اچھل کود کے مظہر ہیں۔ اور ان کی وجہ سے فلم کے چند قیمتی مناظر ہرٹ ہوئے ہیں، شائستہ قیصر کا رقص کٹھ پتلی کے رقص سے مشابہت رکھتا ہے اور اس کی زیادہ تر ذمہ داری عکاس اور تدوین کار پر ہے۔

## تدوین و آرٹ

فلم کے تدوین کار نے پورے ہوم ورک کو تہ تیغ کر دیا +

اگر اس کی کٹنگ تیز اور فن کارانہ انداز میں کی جاتی تو یہ سنسنی خیز فلم حقیقتاً ایک دھماکہ ہی ثابت ہوتی۔ سیٹ نہ بہت زیادہ اچھے ہیں اور نہ برے۔ بس اوسط درجہ کے ہیں۔

## عکاسی

دھماکہ کی عکاسی عدم توازن کا شکار ہے کچھ سین اعلیٰ اقدار کے حامل

ہیں کچھ پرانے انداز کی ٹیکنگ کے آئینہ دار۔ آئی لینس کے ساتھ نینی کا کلوز اپ بہت ہی خوفناک ہے۔ گاڑیوں کے رکنے اور گیٹ کھلنے کے مناظر بھی آئی لینس کے ذریعہ بڑی مہارت سے ایکسپوز ہوئے ہیں۔ شائستہ قیصر کے رقص میں۔ سازندوں کے درمیان شائستہ قیصر کی بڑت کا سین اچھے زاویوں سے فلمبند ہوا ہے لیکن فلم کے زیادہ تر مناظر کی فلمبندی فکس کیمرے کے ذریعہ کی گئی ہے جو گراں گذرتی ہے۔ شبنم، جاوید اقبال۔ نینی کے کلوز اپ اچھے ہیں۔ کار اور موٹر سائیکل کی ریس مہارت سے فلمبند ہوئی ہے: